ALAHAZRAT NETWORK

اعلحضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

اَلْبُدُوْرُ الْاَجِلَّۃِ فِیْ اُمُوْرِ الْاَہِلَّۃِ

مع شرح

نُوْرُ الْاَدِلَّۃِ لِلْبُدُوْرِ الْاَجِلَّۃِ

مع حاشیہ

رَفْعُ الْعِلَّۃِ عَنْ نُوْرِ الْاَدِلَّۃِ

(رؤیتِ ہلال کے تفصیلی احکام)

مسئلہ ۲۱۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ ربّ محمد صلے علیہ وسلّما

(م)[1] **فصل اوّل** : رؤیتِ ہلال کے حکم اور اس کے متعلق مسائل و فوائد میں پندرہ ہلال پر مشتمل۔

ہلال ۱ : ۲۹ شعبان کو غروبِ آفتاب کے بعد ہلالِ رمضان کی تلاش فرض کفایہ ہے۔

---

[1] قوسین کے اندر م، ش، ح سے بالترتیب متن، شرح اور حاشیہ مراد ہے۔

(ش) ۱ : فرض کفایہ یعنی سب ترک کریں تو سب گناہگار، اور بعض بقدر کفایت[عہ] کریں تو سب پر سے اُتر جائے، اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ شاید شعبان ۲۹ کا ہو جائے تو کل سے رمضان ہے۔ اگر چاند کا خیال نہ کیا تو عجب نہیں کہ ہو جائے اور یہ بے خبر رہیں، تو کل شعبان سمجھ کر ناحق رمضان کا روزہ جائے۔

یجب کفایۃ التماس الھلال لیلۃ الثلثین من شعبان لانہ قد یکون ناقصا[۱] (مراقی الفلاح)	شعبان کی تیسویں رات چاند کا تلاش کرنا وجوب کفایہ ہے کیونکہ بعض اوقات وہ ناقص ہوتا ہے (مراقی الفلاح)(ت)
الظاھر منہ الافتراض لانہ یتوصل بہ الی الفرض[۲] (ط ط)(حاشیۃ العلامۃ الطحطاوی علیھما)	اس سے ظاہر یہی ہے کہ یہ فرض ہے کیونکہ فرض تک پہنچنے کا یہ وسیلہ ہے (ط ط)

عہ حاشیہ رفع العلۃ عن نور الادلۃ: قلت بقدر کفایت، فقیر نے یہ لفظ اس لیے زاید کر دیا کہ اگر التماس ہلال ایسے شخص نے کیا جس کا بیان عند الشرع مقبول نہ ہو تو اس کا التماس کرنا نہ کرنا یکساں ہوا اور مقصود شرع کہ اس کے ایجاب سے تھا یعنی ثبوت ہلال، وہ حاصل نہ ہوا۔ مثلاً صفائے مطلع کی حالت میں صرف ایک آدمی نے تلاش کیا یا ہلال عیدین میں فقط عورتوں یا غلاموں نے تلاش کی، وعلٰی ہذا القیاس انما ذکرتہ تفقہا فلیحرر۔

(م) ۲ یوں ہی ۲۹ رمضان کو ہلال عید کی۔

(ش) ۲ اگر چاند ہو گیا اور نہ دیکھا تو نادانستہ عید کے دن روزۂ حرام میں مبتلا ہوں گے،

کذا یجب التماس ھلال شوال فی غیوب التاسع والعشرین من رمضان[۳] (ط ط)	اسی طرح شوال کا چاند انتیسویں رمضان کی شام کو دیکھنا بھی واجب ہے (ط ط) (ت)

(م) ۳ ۲۹ ذیقعدہ کو ہلال ذی الحجہ کی تلاش بھی ضروری ہے۔

(ش) ۳ اقول یہ یوں ضروری ہوا کہ حج و نماز عید و قربانی و تکبیراتِ تشریق کے اوقات جاننے اسی پر موقوف ہیں، تو اس کی تلاش عام لوگوں پر واجب کفایہ ہونی چاہئے اور اہلِ موسم پر فرضِ کفایہ کہ وہاں بے خیالی میں چاند ۲۹ کا ہو گیا اور بنا رکھا ۳۰ کا، تو وقوفِ عرفہ کہ حج کا فرضِ اعظم و رُکنِ اکبر ہے، اپنے وقت سے باہر یوم النحر میں واقع ہوگا اور عام لوگوں کو کسی فرض میں خلل کا اندیشہ نہیں، پر واجبات میں دقت آئے گی، مثلاً کسی ضرورت سے نماز عید کی تاخیر بارھویں تک چاہی تو یہ جسے بارھویں سمجھے ہیں وہ تیرھویں ہے۔ اور ایام نماز کہ ایام نحر تھے گزر چکے، نماز بے وقت ہوئی،

---

[۱] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فیما یثبت بہ الہلال نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۳۵۴
[۲] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح " " " " " " " "
[۳] " " " " " " " " "

بہت لوگ بارھویں کو قربانی کرتے ہیں، ان کی قربانیاں بے وقت ہونگی، عرفہ کی صبح سے ہر نماز کے بعد تکبیر واجب ہوتی ہے، واقع میں جو عرفہ ہے یہ اُسے آٹھویں جان کر تکبیریں نہ کہیں گے۔

وکما ان مایتوصل بہ الی الفرض فرض فکذا ان ما یتوصل بہ الی الواجب واجب فصح الافتراض علی اھل الموسم والوجوب علٰی غیرھم ھذا کلہ ماذکرتہ تفقھا وارجوان یکون صوابا ان شاء اللہ تعالٰی۔

جیسا کہ فرض تک پہنچانے والی چیز فرض ہوتی ہے اسی طرح واجب تک پہنچانے والی چیز واجب ہوتی ہے تو اہلِ موسم پر کوشش کرنا فرض اور دوسروں پر واجب ہے، تمام جو میں نے بیان کیا یہ بطور تفقہ ہے اور امید ہے کہ یہ ان شاء اللہ تعالٰی صواب ہوگا۔ (ت)

(م) ۳ ۲۹ رجب کو ہلالِ شعبان، ۲۹ شوال کو ہلالِ ذیقعدہ کی بھی تلاش کریں۔

(ش) ۳ ہلالِ شعبان کی تلاش کا حکم خود حدیث[عہ۱] میں ہے، حکمت اس میں یہ ہے کہ جب رمضان کا چاند بوجہ ابر نظر نہیں آتا تو حکم ہے کہ شعبان کی گنتی تیس پوری کرلیں۔ جب شعبان کا چاند بہ تحقیق نہ معلوم ہوگا تو اس کی گنتی پر کیا یقین ہوسکے گا۔

یُوں ہی اگر ذی الحجہ کا چاند نظر نہ آئے تو ذیقعدہ کی گنتی تیس رکھیں گے، اور وہی بات یہاں پیش آئے گی،

کذا ینبغی ان یلتمسوا ھلال شعبان ایضا فی تحقی اتمام العدد[۱] (ع) (فتاوی عالمگیریۃ) عن السراج الوھاج، قلت وزدت[عہ۲] علیہ ھلال ذی القعدۃ تفقہا۔

یُوں ہی اتمام تعداد کے لیے شعبان کے چاند کا تلاش کرنا بھی ضروری ہے (ع) یہ فتاوٰی عالمگیری میں سراج وہاج سے ہے، بندہ اس پر بطور استخراج اضافہ کرتا ہے کہ ذی القعدہ کے چاند کا بھی تلاش کرنا ضروری ہے۔ (ت)

عہ۱ قلت خود حدیث میں ہے:

اخرج الترمذی فی الجامع والحاکم فی المستدرک عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احصوا ھلال شعبان لرمضان[۲] ۱۲ (م)

ترمذی نے جامع میں اور حاکم نے مستدرک میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان کے لیے شعبان کے چاند کو شمار کرو ۱۲ (م)

عہ۲ قلت، وزدت علیہ ھلال ذی القعدۃ

قلت اس پر میں نے بطور استنباط ذوالقعدہ کے چاند

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[۱] الفتاوی الھندیۃ الباب الثانی فی رؤیۃ الہلال دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۹۷

[۲] جامع الترمذی باب ماجاء فی احصاء ہلال نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۱۲۳

تنبیہ : لوگ تین قسم ہیں : (۱) عادل (۲) مستور (۳) فاسق

عادل وُہ جو مرتکب کبیرہ[عہ۱] یا خفیف الحرکات[عہ۲] نہ ہو۔

اور مستور پوشیدہ حال جس کی کوئی بات مسقطِ شہادت معلوم نہیں۔

اور فاسق جو ظاہرُ بد افعال ہے۔

عادل کی گواہی ہر جگہ مقبول ہے اور مستور کی ہلالِ رمضان میں، اور فاسق کی کہیں نہیں۔ پر بعض روایات کے بعض الفاظ بظاہر اس طرف جاتے ہیں کہ رمضان میں فاسق کی شہادت بھی سُن لیں۔ ممکن ہے کہ اُس شہر کا حاکمِ شرع یہی خیال رکھتا ہو، اگرچہ محققین نے اِسے رَد کر دیا۔ تو جس فاسق کو معلوم ہو کہ یہاں کے حاکم کا یہ مسلک ہے اس پر بیشک گواہی دینی واجب ہوگی ورنہ نہیں، اور رمضان میں جبکہ عادل و مستور کا ایک حکم ہے، تو اس وجوب میں بھی یکساں رہیں گے، یا عادل جیسے وُہ دائم المقبول ہے تو اُس پر وجوب بھی مطلقاً ہے یعنی رمضان ہو خواہ عید الفطر خواہ عید الاضحےٰ،

یلزم العدل ان یشھد عند الحاکم فی لیلۃ رؤیتہ کیلا یصبحوا مفطرین[۱] وھی من فروض العین واما الفاسق ان علم ان الحاکم یمیل الی قول الطحاوی و یقبل قولہ یجب علیہ ، واما

عادل پر لازم ہے کہ اس نے جس رات چاند دیکھا ہے اسی رات حاکم کے پاس گواہی دے تاکہ لوگ صبح کو بے روزہ نہ اُٹھیں، اور یہ گواہی فرض عین ہے، اور فاسق اگر جانتا ہے کہ حاکم کا میلان طحاوی کے قول کی طرف ہے اور اس کا قول قبول کر لیتا ہے تو اس پر

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)

تفقھا ھذا والذی قبلہ فی ھلال ذی الحجۃ لیس مایتنکر فان امثال ذلک تلتحق علی وجہ دلالۃ النص وھو ممایشترک فیہ الفقھاء والعوام کما نص علیہ العلامۃ ط وغیرہ ۱۲ (م)

کا اضافہ کیا ہے یہ اور اس سے پہلے ذوالحج کے چاند میں تفکر کی ضرورت نہیں کیونکہ اس طرح کے معاملات بطور دلالۃ النص ملحق ہو جاتے ہیں اور اس میں فقہا اور عوام دونوں مشترک ہیں جیسا کہ اس پر علامہ طحطاوی وغیرہ نے تصریح کی ہے ۱۲ (ت)

عہ۱ قلت مرتکب کبیرہ نہ ہو اقول ارتکاب کبیرہ میں اصرار صغیرہ بھی آگیا کہ صغیرہ اصرار سے کبیرہ ہو جاتا ہے اما قول العلماء ھو ترک الکبائر والاصرار علی الصغائر الخ فارادوا الایضاح لا التتمیم کما لایخفی (رہا علماء کا یہ قول کہ کبائر کا ترک اور صغائر پر اصرار الخ تو اس سے مراد وضاحت ہے نہ کہ تکمیلِ تعریف، جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت)

عہ۲ قلت خفیف الحرکات نہ ہو جیسے بازار میں کھاتے پھرنا یا شارع عام چلنے پر راہ میں پیشاب کو بیٹھنا ۱۲ (م)

---

[۱] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فیما یثبت بہ الہلال نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۵۸

المستور ففیہ شبهة الروایتین[1] (ش عن الحلوانی) اقول واذ قد تقرر قبول المستور کما سیأتی فارتفع النزاع وقد افاد بمفهوم الشرح ان الفاسق لایجب علیه ان لم یعلم ذلك وهو الذی افاد (در) عن البزازی و نبه علیه (ش)۔

بھی گواہی دینا واجب ہے۔ رہا مستور الحال شخص تو اس کے بارے میں دو روایات کا شبہہ ہے (ش عن الحلوانی) اقول جب مستور کے قول کا مقبول ہونا ثابت ہے جیسا کہ عنقریب آرہا ہے تو نزاع ختم ہوگیا اور مفہوم شرح سے یہ واضح ہوا ہے کہ اگر فاسق اس معاملہ کو نہ جانتا ہو تو اس پر گواہی لازم نہیں، یہ وہ ہے جو (در) نے (بزازی) سے افادہ کی اور اس پر تنبیہ کی (شامی) نے۔ (ت)

پھر وجوب کا سبب یہ ہے کہ اگر دیکھنے والے نے اسی شب گواہی نہ دی تو ہلال رمضان میں صبح کو لوگ بے روزہ اٹھیں گے اور ہلال فطر میں روزہ دار۔ اور یہ دونوں ناروا جس کا الزام گواہی نہ دینے والے پر ہوگا۔

فان تاخیر الحجة عن وقت الحاجة اثم، وقد قال تعالٰی ولاتکتموا الشهادة ط ومن یکتمها فانه اٰثم قلبه[2]۔

کیونکہ ضرورتِ وقت سے گواہی میں تاخیر گناہ ہے، اللہ تعالٰی کا ارشادِ گرامی ہے: گواہی کو مت چھپاؤ اور جو گواہی چھپائے گا تو اندر سے اس کا دل گنہگار ہے۔ (ت)

اقول مگر ہلال ذی الحجہ میں آٹھویں تک کوئی حاجت ایسی نہیں جو بوجہ تاخیر خلل پذیر ہو۔ بس یوں معلوم ہوجانا چاہئے کہ فجر عرفہ سے لوگ تکبیر میں مشغول ہوں اور حجاج سامان وقوف کریں،

فان اخرالی هذا فلایؤخر وقت الحاجة ط انما کان الاثم به فلیکن التاخیر الٰی هنا سائغًا هذا ما قلته تفقها فلیحرر۔

پس اگر یہاں تک مؤخر کرتا ہے تو کوئی حرج نہیں لیکن وقتِ حاجت سے مؤخر نہ کرے، ط۔ کیونکہ اس سے گنہگار ہوگا تو یہاں تاخیر سات ذوالحجہ تک ہوسکتی ہے۔ یہ بندہ نے بطور استخراج کہا ہے، اسے محفوظ کیجئے۔ (ت)

(م) **۵** ہلال دیکھنے والے عادل پر مطلقاً اور مستور پر رمضان میں، اور فاسق پر جب سمجھے کہ حاکم میری گواہی مان لے گا واجب ہے کہ رمضان وعید الفطر میں اسی شب اور ذی الحجہ میں آٹھویں تک حاکم شرع کے پاس حاضر ہوکر رؤیت پر گواہی دے۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الصوم داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۹۱

[2] القرآن ۲/ ۲۸۳

(م) ؏ یہاں تک کہ زن پردہ نشین نکلے اگرچہ شوہر اذن نہ دے، اگرچہ کنیز اجازتِ مولیٰ نہ پائے۔ اگر سمجھیں کہ ثبوتِ رؤیت ہم پر موقوف ہے ورنہ یہ نکلنا ناجائز ہوگا۔

(ش) ؏ یجب علی الجاریة المخدرة ان تخرج فی لیلتها[1] (د) (درمختار) ای لیلة الرؤیة[2] (ش) بلا اذن مولاها وتشهد کما فی الحافظیة[3] (د) وکذا یجب علی الحرة ان تخرج بلا اذن زوجها کذا غیر المخدرة والمزوجة بالاولی[4] (ش) محله اذا تعینت للشهادة و الاحرم علیها[5] (طط)

پردہ نشین لونڈی پر اس رات نکلنا لازم ہے۔ (د) سے مراد درمختار ہے یعنی چاندرات۔ (ش) سے مراد شامی ہے یعنی اپنے مولیٰ کی اجازت کے بغیر نکلے اور گواہی دے جیسا کہ حافظیہ میں ہے (د) اسی طرح آزاد عورت پر بھی بلا اجازتِ خاوند نکلنا لازم ہے اسی طرح وہ لونڈی جو پردہ نشین نہ ہو اور وہ عورت جو منکوحہ نہ ہو ان کا نکلنا تو بطریقِ اولیٰ ہوگا (ش)، یہ اس وقت ہے جب شہادت کے لیے اس کا تعین ہو ورنہ اس کا نکلنا حرام ہوگا (طط)۔ (ت)

یہ حکم اس صورت میں ہے جب خاص انھی لوگوں پر گواہی متعین ہو ورنہ پردہ نشین کو جانا یا عورت کو بے اذنِ شوہر یا غلام وکنیز کو بے اجازتِ مولیٰ نکلنا روا نہیں،

قال ط (الطحاوی) والظاهر ان محل ذلك عند توقف اثبات الرؤیة والافلا[6] (ش)

طحاوی نے فرمایا: ظاہر یہی ہے کہ اسی کی ضرورت اس وقت ہے جب رؤیتِ چاند کا اثبات ان پر موقوف ہو ورنہ ضروری نہیں (ش)۔ (ت)

(م) ؏ جہاں ریاستیں اسلامی ہیں اُن بلاد میں جو عالمِ دین سُنّی المذہب سب سے زیادہ علمِ فقہ رکھتا ہو وہ بحکمِ شرع سردارِ مسلمانان ہے، مسلمانوں پر فرض ہے کہ اپنی دینی باتوں میں اُسی کی طرف رجوع کریں اور اُس کے فتووں پر عمل کریں، تو چاند دیکھنے والے پر بھی واجب ہے کہ اُس شب اُس کے حضور حاضر ہو کر ادائے شہادت کرے۔

---

[1] درمختار	کتاب الصوم	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۴۸
[2] ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۹۱
[3] درمختار	"	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۴۸
[4] ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۹۱
[5] طحطاوی علی مراقی الفلاح	"	نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی	ص ۳۵۸
[6] ردالمحتار	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۲/۹۱

(ش) ف علامہ عبدالغنی بن اسمٰعیل نابلسی قدس سرہ، حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں :

وفی العتابی اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالامور مؤکلۃ الی العلماء ویلزم الامۃ الرجوع الیھم[1]۔

عتابی میں ہے کہ جب دَور ایسے بادشاہ سے خالی ہو جو صاحبِ قدرت ہو تو اس وقت امور علماء کے سپرد ہوں گے اور اُمت پر لازم ہے کہ اس وقت وہ علماء کی طرف رجوع کرے۔ (ت)

اسی میں ہے :

المتبع اعلمھم فان استووا اقرع بینھم[2]۔

علماء میں جو سب سے زیادہ صاحبِ علم ہوگا لوگ اُس کی اتباع کریں، اگر علم میں برابر ہوں تو ان میں قرعہ ڈال لیں۔ (ت)

تنبیہ : آج کل اسلامی ریاستوں میں بھی قضاۃ وحکام اکثر بے علم ہوتے ہیں، تو عالمِ دین اُن پر بھی مقدم۔ اور وقتِ اختلاف فتوٰی عالم پر ہی عمل واجب۔

حکایت : امام الحرمین ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں بادشاہِ وقت کے یہاں ۲۹ کے ہلال پر گواہیاں گزریں۔ بحکم سلطان اعلان ہوا کہ کل عید ہے۔ یہ خبر امام الحرمین کو پہنچی۔ گواہیاں قابلِ قبول نہ تھیں، امام کے حکم سے معاً دوسرا اعلان ہوا کہ بحکم امام ابوالمعالی کل روزہ ہے۔ صبح کو تمام شہر روزہ دار اٹھا۔ حاسدوں نے یہ خبر خوب رنگ کر بادشاہ تک پہنچائی کہ اگر امام چاہیں تو سلطنت چھین لیں۔ ملاحظہ ہو کہ اُنھیں کا حکم مانا گیا اور حکمِ سلطان کی کچھ پروا نہ ہُوئی۔ بادشاہ نے برافروختہ ہو کر چوبدار بھیجے کہ جیسے بیٹھے ہیں تشریف لائیں۔ امام ایک جبّہ پہنے تھے، ویسے ہی دربار میں رونق افروز ہُوئے، اشتعال شاہی دوبالا ہوا کہ لباس درباری نہ تھا۔ سوال کیا، فرمایا، اطاعتِ اولوالامر واجب ہے۔ حکم تھا جیسے بیٹھے ہیں آئیں، میں یُوں ہی بیٹھا تھا چلا آیا، کہا اعلانِ خلاف پر کیا باعث تھا؟ فرمایا، انتظامِ دنیا تمہارے سپرد ہے اور انتظامِ دین ہمارے متعلق۔ بادشاہ پر ہیبتِ حق طاری ہُوئی۔ باعزاز تمام رخصت کیا اور بدگویوں کو سزا دی۔

تنبیہ : علمِ دین فقہ وحدیث ہے منطق وفلسفہ کے جاننے والے علماء نہیں، یہ امور متعلق بہ فقہ ہیں، تو جو فقہ میں زیادہ ہے وہی بڑا عالمِ دین ہے اگرچہ دُوسرا حدیث وتفسیر سے زیادہ اشتغال رکھتا ہو پھر بھی عالمِ دین نہ ہوگا مگر سُنی المذہب کہ فاسد العقیدہ جہل مرکب میں گرفتار جو جہل بسیط سے ہزار درجہ بدتر، خصوصاً غیرمقلدین کہ

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ النوع الثالث فی المندوب الیہا مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۳۵۱

[2] " " " " " " " "

فقہ وفتوٰی میں اُن پر اعتماد تو ایسا ہے جیسے چور کو پاسبان بنانا۔

(م) ۸ جہاں کوئی عالم بھی نہ ہو مجمع مسلمین مثلاً مسجد جامع وغیرہ میں گواہی دیں۔

(ش) ۸ وان لم یوجد حاکم یشہد فی المسجد (جا[1]) جامع الرموز قلت انما خص المسجد لہ بمحل الاجتماع وانما المقصود الاعلان لیحصل حیثما وجد واجتمعین کما لا یخفی۔

اگر حاکم موجود نہ ہو تو وہ مسجد میں گواہی دے (جامع الرموز) قلت: خاص مسجد کا ذکر اس لیے کہ وُہ محلِ اجتماع ہے اور مقصود اعلان ہوتا ہے تاکہ اعلان ایسی جگہ ہو جائے جہاں لوگ جمع ہوں، جیسا کہ مخفی نہیں (ت)

(م) ۹ جو بلا عذر گواہی دینے میں تاخیر کرے گا پھر کہے گا میں نے دیکھا تھا اُس کی گواہی مردود ہوگی۔

(ش) ۹ عذر کی صورت یہ کہ مثلاً شہر میں نہ تھا، دیہات میں دیکھا، وہاں سے اب آیا ہے، تو اس کی گواہی مان لیں گے۔ اور تاخیر سے وہی مراد کہ وقت حاجت کے بعد پھر نہ اُٹھا رکھے کہ ہلال رمضان وعیدالفطر میں پہلی ہی شب ہے۔

شہد وافی اٰخر رمضان برؤیۃ ہلالہ قبل صومہم بیوم ان کانوا فی المصر ردت لترکہم الحسبۃ وان جاءوا من خارج قبلت من الفتح[2] (ش)

گواہوں نے رمضان کے آخری دن گواہی دی کہ انھوں نے اہلِ شہر کے روزہ شروع کرنے سے ایک دن پہلے چاند دیکھا تھا، اگر وُہ گواہ شہر کے رہنے والے ہوں تو گواہی مسترد ہوگی کیونکہ انھوں نے گواہی میں تاخیر کی ہے اور اگر وُہ خارج شہر سے آئے ہوں تو ان کی گواہی مقبول ہوگی، یہ فتح سے شامی میں ہے۔ (ت)

(ح) ۹ قولہ فی اٰخر رمضان، اقول من احاط بالدلیل علم ان الاٰخر لیس بقید بل لو شہد وا من غد بعد ما اصبح الناس مفطرین انا رأینا الہلال البارحۃ وکانوا فی المصر ولا عذر رفسقوا وردت شہادتہم لترکہم الحسبۃ وقد علمت ذٰلک من نص العلماء ان الشہادۃ من

قولہ فی اٰخر رمضان۔ اقول جس شخص نے دلیل کو خُوب جان لیا ہے اس پر واضح ہوگا کہ "الاٰخر" کا لفظ قید نہیں بلکہ اگر انھوں نے اس دن سے دوسرے دن گواہی دی جب صبح کو لوگ بے روزہ اُٹھے اُنھوں نے کہا ہم نے گزشتہ رات چاند دیکھا اور وہ شہر کے رہنے والے تھے اور عذر بھی کوئی نہ ہو تو وُہ فاسق قرار پائیں گے ان کی گواہی مسترد ہوگی کیونکہ انھوں نے ذمہ داری کی خلاف ورزی

---

[1] جامع الرموز کتاب الصوم مکتبۃ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۳۵۴

[2] ردالمحتار 〃 داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۹۱

فروض العین وانما تجب فی لیلۃ الرؤیۃ حتی تخرج المخدرۃ والمنکوحۃ بدون اذن زوجھا ومولاھا[1] ۱۲ (ملخصاً) کی ہے، اور آپ یہ بھی جان چکے کہ علماء نے تصریح کی ہے کہ شہادت فرضِ عین ہے اور یہ چاند دیکھنے والی رات میں ہی گواہی دینا لازم ہے حتی کہ پردہ نشین اور منکوحہ خواتین پر بغیر اجازت خاوند اور مولیٰ کے (چاند دیکھنے کے لیے نکلنا لازم ہے)۔ (ت)

(م) ۱۰ جب چاند پر نظر پڑے اور دیکھنے والوں کی گواہی کفایت نہ کرتی ہو، فوراً جہاں تک بن پڑے ایسے مسلمانوں کو دکھادیں، جن کی گواہی کافی ہو، اور ویسے بھی دکھادینا چاہئے کہ کثرت بہرحال بہتر ہے۔

(ش) ۱۰ اقول اگر مطلع صاف نہیں، دفعتاً ابر ہٹا اور اُسے چاند نظر پڑا، اب یہ اس قابل نہیں کہ اس کی گواہی مسموع ہو، خواہ فاسق ہے یا مستور یا اکیلا یا صرف عورتیں یا غلام ہیں اور ہلال ہلالِ عیدین تو ان لوگوں کا دیکھنا کافی نہ ہوگا اور شبہ نہیں کہ اس پر آجاتا ہے لہٰذا نہایت تعجیل کرکے ایسے معتمد مسلمانوں کو دکھا دے جن کی گواہیاں کفایت کرجائیں قال اللہ تعالیٰ تعاونوا علی البر والتقوی[2] (اللہ تعالیٰ کا فرمانِ مبارک ہے نیکی اور تقوٰی پر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو۔ ت) اس صورت میں تو بشرطِ قدرت معتمدین کو دکھانا لازم ہونا چاہئے، اور اگر ایسا نہیں بلکہ خود ان کی گواہی بس ہے، تاہم اوروں کا دکھانا اچھا ہی ہے کہ کثرتِ شہود بہرحال بہتر ہے عجب کیا کہ یہ اپنے نزدیک اپنی گواہی کافی سمجھیں اور حاکمِ شرع کو کسی وجہ سے اعتبار نہ آئے تو اور شہود کی حاجت پڑے ھذا کلہ ما ذکرتہ تفقھا وارجوان یکون حسنا ان شاء اللہ تعالیٰ (بندہ نے یہ تمام بطور استنباط کہا ہے اور امید ہے یہ ان شاء اللہ درست ہوگا۔ ت)

(م) ۱۱ جس شام احتمالِ ہلال ہو جب تک حکم حاکم شرعی یا فتوٰی عالم دین نہ ہو ہرگز ہرگز کسی وجہ سے بندوقیں یا آواز کی آتشبازی اپنے دنیوی کاموں کے لیے بھی ہرگز نہ کریں۔

(ش) ۱۱ اصطلاح یوں ٹھہری ہوئی ہے کہ جہاں اسلامی ریاست ہے بعد تحقیق ہلال توپ کے فیر ہوتے ہیں اور شہروں میں بندوقیں یا ہوائیاں وغیرہ چھوڑتے ہیں، اب اگر ثبوت شرعی ہوگیا اور حاکم شرع نے بھی حکم دے دیا جب تو یہ فعل مستحسن ہے کہ ایک نیت صالحہ سے کیا جاتا ہے اور آتشبازی کا ناجائز ہونا بوجہ اضاعت مال تھا یہاں جاری نہیں کہ بعد غرض محمود کے اضاعت کہاں۔ ورنہ دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ اعلانِ ہلال کے سوا اور کسی وجہ سے یہ فعل کریں، مثلاً دوست کے گھر بیٹا پیدا ہوا، بندوقیں سرکیں، یا خالی بیٹھے مال ضائع کرنا چاہا، ہوائیاں

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فیما یثبت بہ الہلال نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۵۸
ردالمحتار کتاب الصوم داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۹۱
[2] القرآن ۵/ ۲

ناڑیاں، تومڑیاں چھوڑیں۔ یہ ممنوع ہے کہ اس میں مسلمانوں کو دھوکا ہوگا۔ دوسرے یہ کہ جاہلوں نے جو اپنے جاہلانہ مسئلوں سے بے حکم حاکم وفتوٰی عالم اپنے نزدیک رؤیت کی خبر ٹھیک جان کر پٹاخہ بازی شروع کردی۔ اور یہ بھی زیادہ ناجائز وحرام ہے کہ منصب رفیع شرع پر جرأت ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم افتوا بغیر علم فضلوا واضلوا[1]۔ وعنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اجرؤکم علی الفتیا اجرؤکم علی النار[2]۔ ھذا اکلہ ایضا تفقھا، و لااظن احدا یخالف فیہ۔ واللہ الھادی للصواب۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان ہے: جو بغیر علم کے فتوٰی دیں گے خود بھی گمراہ اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ بھی فرمان مبارک ہے: تم میں سے جو فتوٰی دینے میں زیادہ جرأت کرے گا وہ جہنم میں جانے میں زیادہ جرأت مند ہوگا۔ یہ تمام بھی بطور استخراج ہے اور میں گمان کرتا ہوں کہ اس میں کوئی مخالفت نہیں کرے گا۔ اللہ ہی صواب کی طرف رہنمائی فرمانے والا ہے۔ (ت)

(م) ۱۲ ہلال دیکھ کر اس کی طرف اشارہ نہ کریں

(ش) ۱۲ کہ افعالِ جاہلیت سے ہے،

تکرہ الاشارۃ الی الھلال عند رؤیتہ لانہ فعل اھل الجاھلیۃ[3] (فتح القدیر)

چاند دیکھنے پر اس کی طرف اشارہ کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ اہل جاہلیت کا عمل ہے (فتح القدیر)۔ (ت)

(م) ۱۳ ہلال دیکھ کر منہ پھیرلے۔

(ش) ۱۳ اقول حدیث میں ہے،

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا رای الھلال صرف وجھہ عنہ[4]۔ رواہ ابوداؤد عن قتادۃ مرسلا ولاشواھد وسندہ ثقات۔

حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب نیا چاند دیکھتے اپنا منہ (مبارک) اس کی طرف سے پھیر لیتے۔ اسے ابوداؤد نے حضرت قتادہ سے مرسلاً روایت کیا ہے اور اس کا شاہد کوئی نہیں اور اس کی سند ثقہ ہے (ت)

---

[1] صحیح مسلم — باب رفع العلم — قدیمی کتب خانہ کراچی — ۳۴۰/۲

[2] سنن الدارمی — باب الفتیا — حدیث ۱۵۹ — نشر السنۃ ملتان — ۵۳/۱

[3] فتح القدیر — فصل فی رؤیۃ الھلال — نوریہ رضویہ سکھر — ۲۴۳/۲

[4] سنن ابی داؤد — کتاب الادب — باب مایقول الرجل اذا رای الھلال — آفتاب عالم پریس لاہور — ۳۳۹/۲

شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ شر کی چیز ہے افادہ المناوی فی التیسیر (مناوی نے تیسیر میں افادہ کیا ۔ ت)
اقول یا یہ کہ کفار نے اُس کی عبادت کی اور شرع میں اُسے دیکھ کر اللہ جل جلالہ سے دُعا کرنی آئی، تو پسندیدہ ہُوا کہ منہ پھیر کر کی جائے تاکہ کفار سے مشابہت نہ لازم آئے ۔ واللہ و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

(م) **۱۴** یہ جو جاہلوں میں مشہور ہے کہ فلاں چاند تلوار پر دیکھے فلاں آئینے پر ۔ یہ سب جہالت وحماقت ہے، بلکہ حدیث میں جو دُعائیں فرمائیں وُہ پڑھنی کافی ہیں۔

(ش) **۱۴** حدیث میں رؤیتِ ہلال کی بہت دُعائیں آئیں، بعض حصنِ حصین میں مذکور ہیں۔

(ح) **۱۴** فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ جہاں تک اس وقت اپنی نظر میں ہیں تمام ادعیہ حدیث کو مع اشارہ رموز مخرجین جمع کرتا ہے وباللہ التوفیق :

(مج) اللہ اکبر اللہ اکبر الحمد للہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ۔ اللھم انی اسئلك من خیر ھذا الشھر واعوذبك من شر القدر و من شر یوم المحشر[۲] ۔ (طب) عن عبادۃ بن الصامت، ھلال خیر ورشد امنت بالذی خلقك[۳] ۔ (د) عن قتادۃ بلاغا، اللھم انی اسئلك من خیر ھذا (۳) اللھم انی اسئلك من خیر ھذا الشھر وخیر القدر واعوذبك من شرہ[۴] (۳) (طب) عن رافع بن خدیج باسناد حسن اللھم

(مج) اللہ اکبر، اللہ اکبر، الحمد للہ، برائی سے پھرنے اور نیکی کی طاقت اللہ تعالٰی کی توفیق کے بغیر نہیں۔ اے اللہ میں تجھ سے اس ماہ میں خیر مانگتا ہوں اور شرِ تقدیر اور شرِ قیامت سے تیری پناہ ڈھونڈتا ہوں ۔ (طب) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے اے خیر ورشد کے چاند میں تیرے پیدا کرنے والے پر ایمان رکھتا ہوں ۔ (د) حضرت قتادہ سے مرسلًا مروی ہے اے اللہ! میں تجھ سے اس میں خیر مانگتا ہوں (۳) اے اللہ! میں تجھ سے اس ماہ کی اور تقدیر کی خیر مانگتا ہوں اور اس کے شر سے تیری پناہ ڈھونڈتا ہوں (۳) (طب) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سندِ حسن کے ساتھ مروی ہے : اے اللہ!

---

[۱] التیسیر تحت حدیث کان اذا رای الھلال مکتبۃ الامام الشافعی ریاض سعودیۃ ۲/۲۴۹
[۲] مسند احمد بن حنبل مرویات عبادہ بن الصامت دارالفکر بیروت ۵/۳۲۹
[۳] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب مایقول الرجل اذا رای الھلال آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۳۹
[۴] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۴۴۰۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۴/۲۷۶

اهلّه علینا بالیمن والایمان والسلامة والسلام[1]
(اق ت لك حب) عن طلحة بن عبید الله
باسناد حسن، والتوفیق لما تحب و ترضٰی[2]
حب عن طلحة (طب) عن ابن عمر، والسکینة
والعافیة والرزق الحسن[3] (سن) عن حدیر
السلمی مرسلا، ربی وربك الله[4] - ا می ت
ك (حب) عن طلحة طب عن ابن عمر،
الحمد لله الذی ذهب بشهر کذا[5] وعن
قتادة بلاغا (سن) عن عبد الله بن مطرف
اسئلك من خیر هذا الشهر و نوره و برکته
وهداه وطهوره ومعافاته[6] (سن) مثله،
اللهم ارزقنا خیره ونصره وبرکته وفتحه
ونوره ونعوذ بك من شره وشر ما بعده[7]
(مو مص) عن علی موقوفا.

اس چاند کو ہم پر برکت، ایمان، سلامتی اور امن والا
بنا دے۔ (ا ق ت ک حب) حضرت طلحہ بن عبید اللہ
سے سند حسن کے ساتھ مروی ہے اور اس چیز کی
توفیق دے جو تجھے پسند اور تو اس سے راضی ہے۔
(حب) نے طلحہ سے اور (طب) نے حضرت ابن عمر سے
یہ الفاظ بھی نقل کئے سکون، عافیت اور رزق حسن
مانگتا ہوں (سن) نے حضرت حدید اسلمی سے مرسلاً
روایت کیا میرا رب اور تیرا رب اللہ ہے (ا می ت
ک حب) نے حضرت طلحہ سے اور طب نے حضرت
ابن عمر سے روایت کیا تمام حمد اس اللہ کی جو گزشتہ ماہ
اسے لے گیا، حضرت قتادہ سے بلاغاً، اور (سن) نے
حضرت عبد اللہ بن مطرف سے روایت کیا ہے اے اللہ!
میں تجھ سے اس ماہ کی خیر، اس کا نور، اس کی برکت،
اس کی ہدایت، اس کی طہارت اور عافیت مانگتا ہوں۔
(سن) نے اس کی مثل روایت کیا۔ اے اللہ! ہمیں اس کی خیر، مدد، برکت، رحمت، فتح اور نور عطا فرما اور ہم
اس کے اور اس کے مابعد کے شر سے تیری پناہ ڈھونڈتے ہیں۔ اسے (مو مص) نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے
موقوفاً روایت کیا ہے۔ (ت)

---

[1] جامع ترمذی ابواب الدعوات امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۴۹۸/۲
[2] الاحسان بترتیب ابن الحبان حدیث ۸۸۵ باب الادعیۃ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۷۰/۳
[3] عمل الیوم واللیلۃ حدیث ۶۴۵ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن انڈیا ص ۱۷۵
[4] جامع ترمذی ابواب الدعوات امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۴۹۸/۲
[5] عمل الیوم واللیلۃ حدیث ۶۴۷ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن انڈیا ص ۱۷۵
[6] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۱۷۶
[7] المصنف ابن ابی شیبہ حدیث ۹۷۹۶ کتاب الدعوات ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۴۰۰-۳۹۹/۱۰

(م) ۱۵ چاند پر جب کبھی نظر پڑے تو اس کے شر سے پناہ مانگے۔
(ش) ۱۵ ترمذی، نسائی، حاکم اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی حضور پر نور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے چاند کو دیکھ کر فرمایا،

یا عائشۃ استعیذی باللہ من شر ھذا، فان ھذا ھو الغاسق اذا وقب[1]
اے عائشہ! اللہ تعالٰی کی پناہ مانگ اس شر سے کہ یہی ہے وہ اندھیری ڈالنے والا جب ڈوبے یا گہنائے،

یعنی قرآن عظیم میں جس غاسق کا ذکر فرمایا ومن شر غاسق[2] اور اس کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم آیا اس سے یہی چاند مراد ہے۔

فصل دوم

اُن امور میں جن کا در بارۂ تحقیق ہلال کچھ اعتبار نہیں، بیس قسم پر مشتمل

(م) قسم ا ۱۶ اہل ہیأت کی بات کا کچھ اعتبار نہیں اگرچہ عادل ہوں اگرچہ کثیر ہوں، نہ ہی خود اس پر عمل جائز۔

(ش) قسم ۱/۱۶ اہل ہیئت وہ لوگ جو آسمانوں کے حال اور ستاروں کی چال سے بحث کرتے ہیں، وہ اپنے حساب سے بتاتے ہیں فلاں دن رویت ہلال ہوگی فلاں مہینہ انتیس کا ہوگا فلاں تیس کا۔ پھر اُن کی بات کہ ایک حساب ہے ٹھیک بھی پڑتی ہے، پر صحیح مذہب میں اُس کا کچھ اعتبار نہیں اگرچہ وہ ثقہ عادل ہوں، اگرچہ اُن کی جماعت کثیر یک زبان ایک ہی بات پر اتفاق کرے۔ مثلاً وہ ۲۹ شعبان کو کہیں آج ضرور رویت ہو گی کل یکم رمضان ہے۔ شام کو ابر ہو گیا، رویت کی خبر معتبر نہ آئی، ہم ہرگز رمضان قرار نہ دیں گے، بلکہ وہی یوم الشک ٹھہرے گا، یا وہ کہیں آج رویت نہیں ہو سکتی، کل یقیناً ۳۰ شعبان ہے، پھر آج ہی رویت پر معتبر گواہی گزری، فوراً قبول کرلیں گے اور کچھ خیال نہ کریں گے کہ بربنائے ہیئت تو آج رویت ناممکن تھی۔ گواہ نے دیکھنے میں غلطی کی، یا غلط کہا، دلیل اس مسئلے اور اکثر مسائل آئندہ کی جو قسم ۵ تک آئیں گے یہ ہے کہ شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صوم و فطر کا حکم رویت پر معلق فرمایا، صحیحین وغیرہما میں بطرق کثیرہ بہت صحابہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم سے مروی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں،

---

[1] جامع ترمذی ابواب التفسیر سورۃ الفلق نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۱۷۵
[2] القرآن ۱۱۳/ ۳

صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ فان اغمی علیکم فاکملوا عدۃ شعبان ثلثین[1]

چاند دیکھ کر روزہ رکھو، چاند دیکھ کر ختم کرو۔ اور اگر مطلع صاف نہ ہو تو تیس کی گنتی پوری کرلو۔ (ت)

پس ہمیں اسی پر عمل فرض ہے، باقی رہا حساب، اسے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یک لخت ساقط کردیا، صاف ارشاد فرماتے ہیں:

انا امۃ امیۃ لانکتب ولا نحسب الشہر ھکذا وھکذا والشہر ھکذا وھکذا۔ رواہ الشیخان وابوداؤد ونسائی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

ہم اُمّی امت ہیں، نہ لکھیں نہ حساب کریں دونوں ہاتھوں کی انگلیاں تین بار اُٹھاکر فرمایا مہینہ یُوں اور یُوں اور یُوں ہوتا ہے۔ تیسری دفعہ میں انگوٹھا بند فرمالیا یعنی انتیس اور مہینہ یوں اور یُوں ہوتا ہے، ہر بار سب انگلیاں کُھلی رکھیں یعنی تیس۔ (اسے امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔)

ہم بحمد اللہ ولہ المنۃ اپنے نبی اُمّی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اُمّی اُمت ہیں، ہمیں کسی کے حساب کتاب سے کیا کام، جب تک رؤیت ثابت نہ ہوگی نہ کسی کا حساب سُنیں، نہ تحریر مانیں، نہ قرائن دیکھیں، نہ اندازہ جانیں۔

لاعبرۃ بقول الموقتین ولو عدولا علی المذھب بل فی المعراج لایعتبر قولھم بالاجماع ولایجوز للمنجم ان یعمل بحساب نفسہ وفی النھر فلایلزم بقول الموقتین انہ ای الھلال یکون فی السماء لیلۃ کذا وان کانوا عدولا فی الصحیح کما فی الایضاح اھ وفی القنیۃ عن ابن مقاتل انہ کان یسألھم ویعتمد علی قولھم اذا اتفق علیہ جماعۃ منھم ثم نقل عن شرح السرخسی انہ بعید وعن مجد الائمۃ انہ اتفق اصحاب ابی حنیفۃ الا النادر

صحیح مذہب کے مطابق نجومیوں کا قول معتبر نہیں اگرچہ وُہ عادل ہوں، بلکہ معراج میں ہے کہ ان کا قول بالاجماع معتبر نہیں اور نجومی کو خود اپنے حساب پر عمل کرنا درست نہیں۔ نہر میں ہے نجومیوں کا یہ قول کہ فلاں رات کو آسمان پر چاند نظر آئے گا صحیح روایت کے مطابق ان کے اس قول سے روزہ لازم نہ ہوگا، اگرچہ نجومی عادل ہو جیسا کہ ایضاح میں ہے اھ قنیہ میں ابن مقاتل سے مروی ہے کہ نجومیوں سے سوال کیا جائے اور اگر ان کی ایک جماعت کا اتفاق ہوجائے تو ان کے قول پر اعتماد کیا جائے، پھر شرح سرخسی سے نقل کیا ہے کہ یہ بعید (از قیاس) ہے، مجد الائمہ

---

[1] صحیح بخاری کتاب الصوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۶

[2] " " " "

والشافعی انه لا اعتماد علی قولہم[۱] ش ملخصا — سے مروی ہے کہ کچھ شاذ احناف کو چھوڑ کر باقی تمام احناف اور شوافع اس پر متفق ہیں کہ نجومیوں کے قول پر اعتماد نہیں کیا جائے گا شامی ملخصاً (ت)

تنبیہ: اس مسئلہ کے یہ معنی ہیں کہ جو بات وہ بطور ہیأت کہیں مقبول نہیں۔ ورنہ اگر شہادت رؤیت ادا کریں تو مثل اور لوگوں کے ہیں، جن شرائط سے اوروں کی گواہی سُنی جاتی ہے اُن کی بھی گواہی قبول ہوگی، پھر اُن کا قابلِ شہادت ہونا جبھی ہے کہ ہیأت ونجوم کی خلافِ شرع باتوں پر اعتقاد نہ کرتے ہوں صرف صناعی طور پر آسمان کی گردشوں، ستاروں کی چالوں، طلوع وغروب، رجوع واستقامت، بطوء وسرعت، قِران، تسدیس، تربیع، تثلیث، مقابلہ، اجتماع وغیرہا سے بحث کرتے ہوں، ورنہ مثلاً امورِ غیب پر احکام لگانا سعد ونحس کے خرخشے اٹھانا، زائچہ کے راہ پر چلنا چلانا، اوتا دار بعہ طالع رابع عاشر سابع پر نظر رکھنا زائلہ مائلہ کو جانچنا پرکھنا، شرعاً بُرا ہے۔ اور اعتقاد کے ساتھ ہو تو قطعی کفر، والعیاذ باللہ رب العالمین۔ اسی قبیل سے ہے ان کا کہنا کہ فلاں دن رؤیت واجب ہے فلاں دن محال۔ اگر وجوب واستحالہ عادی مراد لیتے ہیں تو خیر کہ سنۃ اللہ کیلئے تبدیل نہیں، ورنہ حقیقی وعقلی کا قصد معاذ اللہ کھلا ہوا کفر ہے۔ اعاذنا اللہ بمنہ العظیم، آمین (اللہ تعالٰی اپنے بڑے احسان پر ہمیں محفوظ رکھے، آمین۔ ت)

(ح) علہ $\frac{1}{16}$ اہلِ تنجیم میں قرار پایا ہے کہ جب تک چاند آٹھ درجے آفتاب سے دُور نہیں ہوتا ہرگز نظر نہیں آتا صرح بہ الفاضل الرومی (اس پر فاضل رومی نے تصریح کی ہے۔ ت) اور جب ۱۲ درجے جُدا ہوتا ہے ضرور نظر آتا ہے نص علیہ علامۃ الشریف (علامہ شریف نے اس پر نص کی ہے۔ ت) پھر وُہ ۲۹ تاریخ مغرب کی تقویم یعنی اُس وقت فلک بروج سے شمس وقمر کے مواضع نکال کر فصل دیکھتے ہیں اگر آٹھ درجے سے کم پایا حکم لگا دیا کہ آج رؤیت ہرگز نہ ہوگی اور ۱۲ یا ۱۲ سے زائد دیکھا تو جزم کر دیا کہ ضرور ہوگی اور اس کے مابین معلوم ہوا تو رؤیت ہلال مشکوک رکھتے ہیں، پھر منجمانِ ہند کی ادا کچھ نرالی ہے۔ فقیر نے بارہا دیکھا کہ ۲۹ کی مغرب کو قمر ۱۲ درجے سے بہت زیادہ دُور ہے پھر بھی اُنھوں نے کل کی رؤیت رکھی۔ خیر یہاں یہ کہنا ہے کہ حکمائے یونان اُن کے قواعد وضع کر چکے خود بھی ان پر مطمئن نہیں، تصریح کرتے ہیں کہ احوال قمر کا آج تک انضباط نہ ہُوا پھر ایسے شاک وشاک فی انہ شاک کی بات کا کیا اعتبار،

سبحانک لاعلم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم[۲] اقول و — پاک ہے تیری ذات ہمیں علم نہیں مگر اتنا جو تُو نے ہمیں سکھایا، بلاشبہ تُو ہی جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

---

[۱] ردالمحتار — کتاب الصوم — مصطفی البابی مصر — ۲/۱۰۰

[۲] القرآن ۲/۳۲

بهذا يرد ما اعتمده الامام السبكى من الشافعية وصوبه الزركشى منهم وجنح اليه بعض منّا من جوز الاعتماد على قولهم بناءً على ان الحساب قطعى والشهادة ظنّى قلنا هذا الحساب ايضا ليس من القطع فى شئ كما علمت واحتمال الغلط ليس باقل من احتماله فى خبر العدل والشارع صلى الله تعالٰى عليه وسلم قد الغى الحساب ونزل الشهادة بمنزلة اليقين وبالجملة فالمذهب عدم جواز الاعتماد عليهم اصلا ۱۲۔

اقول اس سے اس کا رَد ہوجاتا ہے جس پر شوافع میں سے امام سبکی نے اعتماد کیا ہے اور ان میں سے زرکشی نے اس کی تصویب کی۔ اور ہم احناف میں سے بعض نے ان کی طرف جھکاؤ کیا کہ ان کے قول پر اعتماد جائز ہے اس بنا پر کہ حساب قطعی ہوتا ہے اور شہادت ظنی۔ ہم کہتے ہیں کہ حساب بھی کسی معاملہ میں قطعی نہیں جیسا کہ آپ جان چکے، اور غلطی کا احتمال خبرِ عادل میں احتمال سے کم نہیں، اور شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حساب کو لغو قرار دیا اور شہادت کو بمنزلِ یقین فرمایا، الغرض مذہب صحیح یہی ہے کہ اہلِ توقیت (نجومیوں) پر اعتماد جائز نہیں (ت)

(ح) $\frac{1}{16}$ ع۲ قد رواه البخارى فى كتاب الصوم وعقد له باب قول النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم لا نكتب ولا نحسب فقصر الفاضل المرحوم عبد الحى اللكنوى فى القول المنشور عزوه على مسلم تقصير ۱۲۔

اسے بخاری نے کتاب الصوم میں روایت کیا ہے اور باب کا نام "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشادِ گرامی ہے کہ ہم نہ لکھیں اور نہ حساب کریں" فاضل مرحوم عبد الحی لکھنوی کا "القول المنشور" میں اسے صرف مسلم کی طرف منسوب کرنا قلتِ مطالعہ ہے ۱۲ (ت)

(ح) $\frac{1}{16}$ ع۳ اقول الاولٰى تاخير الاستثناء بعد الشافعى لان من اصحابه ايضا من اعتمد عليهم كما سمعت ۱۲۔

اقول یہاں حرفِ استثناء لفظ شافعی کے بعد ہونا چاہئے کیونکہ ان میں سے بھی کچھ حضرات نے اہلِ ہیئت پر اعتماد کیا ہے جیسا کہ آپ سُن چکے ہیں۔ (ت)

(م) قمر ۲ آخر مہینے میں دو ایک رات ضرور بیٹھتا ہے ع۱ پر شریعت میں اس پر مدارِ حکم نہیں۔

(ش) قمر $\frac{1}{2}$ مہینہ انتیس کا ہوتا ہے تو ایک رات بیٹھتا ہے، تیس کا ہو تو دو رات، پھر آج صبح کو طلوعِ شمس سے پہلے چاند جانبِ شرق نظر آیا تھا اور آج شام کی نسبت شہادتِ شرعی رؤیت پر گزری، بلاشُبہ قبول کی جائے گی اور یہ لحاظ نہ ہوگا کہ آج صبح تک تو چاند موجود تھا بن ڈوبے کیونکر ہلال ہوگیا۔

رؤى يوم التاسع والعشرين قبل الشمس

طلوعِ شمس سے پہلے انتیسویں دن کو چاند دیکھا گیا

30 ثم رؤی لیلۃ الثلاثین بعد الغروب و شھدت بینۃ شرعیۃ بذلك فان الحاکم یحکم برؤیتہ لیلا کما ھو نص الحدیث ولا یلتفت الی قول المنجمین انہ لا یمکن رؤیتہ صباحًا ثم مساءً فی یوم واحد، کیف وقد صرحت ائمۃ المذاھب الاربعۃ بان الصحیح انہ لا عبرۃ بقول المنجمین[1] ش ملخصا۔

پھر غروب کے بعد تیسویں رات کو دیکھا گیا اور اس پر شرعی گواہی بھی ہُوئی تو حاکم رات کی رؤیت پر فیصلہ دے جیسا کہ اس پر حدیث میں تصریح ہے اور اہل نجوم کے اس قول کی طرف توجہ نہ کرے کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ ایک ہی دن میں چاند صبح اور شام دکھائی دے، یہ کیوں نہ ہو، حالانکہ ائمہ مذاہب نے تصریح کی ہے کہ صحیح مذہب یہی ہے کہ اہلِ نجوم کے قول کا اعتبار نہیں، شامی ملخصًا (ت)

(ش) $\frac{1}{18}$ عف چاند سورج دونوں کی اپنی چال مغرب سے مشرق کو ہے اور حرکتِ یومیہ جس کے سبب طلوع وغروب روزانہ ہوتا ہے مشرق سے مغرب کو تو چاند صبح کے وقت جب ہی نظر آئیگا کہ سورج کے پیچھے ہو یعنی جانبِ مغرب ہٹا ہوا ہو کہ اگر جانبِ مشرق بڑھا ہو تو آفتاب اس سے پہلے طلوع کرے گا، صبح کے وقت چاند آفتاب سے بھی زیادہ زیرِ زمین اترا ہوگا نظر کیونکر آئے، اور جب پیچھے ہے تو افقِ مشرقی پر سورج سے پہلے چمک آئیگا آفتاب ہنوز زیرِ زمین ہوگا، تو نظر آسکتا ہے بشرطیکہ ۸ درجے سے کم نہ ہو، ورنہ اتنے قرب میں سورج کی شعاعیں اُسے چھپالیں گی، نظر کام نہ کرسکے گی۔ اسی طرح شام کو مغرب میں جب ہی نظر آتا ہے کہ سورج کے آگے ہو یعنی جانبِ مشرق بڑھا ہو کہ اگر جانبِ مغرب ہٹا ہوگا تو سورج سے پہلے ڈوب جائے گا، اور جب آگے ہے تو افقِ غربی پر بعد غروبِ آفتاب باقی رہے تو نظر آنا ممکن بشرطیکہ آٹھ درجہ سے کم فصل نہ ہو۔ جب یہ بات سمجھ لی تو اگر آج صبح کو نظر بھی آئے پھر شام کو ہلال بھی ہو تو لازم ہے کہ صبح کو آٹھ درجے پیچھے تھا شام کو لااقل آٹھ درجے آگے ہوگیا، چار پہر میں سولہ درجے طے کرگیا، حالانکہ وہ کبھی آٹھ پہر کامل میں بھی اتنا نہیں چلتا، اسی وجہ سے ہیأت والے اجتماعِ رؤیتِ صبح وشام کو ناممکن کہتے ہیں، مگر جب ثبوت شرعی ہو تو انکار کا کیا یارا، اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ۝ (بلاشبہ اللہ تعالٰی ہر شَے پر قادر ہے۔ت)

(م) **قمر ۳ $\frac{1}{18}$** انتیس[29] رات کی صبح کو چاند نظر نہیں آتا، شرع اِسے بھی نہیں سنتی۔

(ش) $\frac{3}{18}$ یہ دعوٰی دعوٰی اول سے اخص ہے وہاں دو ایک رات بیٹھنا تھا، عام ازیں کہ ۲۹ کو ڈوبے یا ۳۰ کو، یہاں خاص دعوٰی ہے کہ ۲۹ کو ضرور ڈوبتا ہے، شرع میں اس پر بھی لحاظ نہیں مثلاً ۲۹ شعبان

---

[1] ردالمحتار کتاب الصوم مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۰۴

روزیکشنبہ کو شام کے وقت ابر تھا، گواہانِ شرعی نے رؤیت بیان کی، صبح کو رمضان ٹھہرا، اب جو گنتی ہوتی آئی تو ۲۹ رمضان دوشنبہ کو طلوعِ شمس سے پیشتر چاند موجود تھا، اس پر کوئی خیال کرے کہ دوشنبہ کی پہلی ہوتی تو آج ۲۹ کو چاند صبح کے وقت کیونکر نظر آتا ضرور ہے کہ گواہوں نے غلطی کی شعبان ۳۰ کا ہُوا، آج ۲۸ ہے ابر ہُوا تو اسی حساب پر رمضان کے ۳۰ پُورے ہوں گے، تو یہ خیال محض غلط ہوگا بلکہ وہی دوشنبہ کی ۲۹ ٹھہرے گی اور اسی پر بناءِ احکام رہے گی والدلیل علی ذلک مع السند قد انطوی فیما قدمنا (اور اس پر دلیل مع سند ہماری سابقہ گفتگو میں آچکی ہے۔ ت)

(م) **قرم ۱۹** دن کو دوپہر سے پہلے چاند جب ہی نظر آتا ہے کہ شب گزشتہ ہلال ہوچکا ہو، پر صحیح مذہب میں اس کا بھی لحاظ نہیں۔

(ش) $\frac{م}{۱۹}$ یعنی مثلاً پنجشنبہ ۲۹ شعبان یا ۲۹ رمضان کو ابر تھا رؤیت نہ ہوئی جمعہ کی دوپہر سے پہلے چاند نظر آیا تو اگرچہ قیاس یہی چاہتا ہے کہ شب جمعہ میں ہلال ہوگیا، ورنہ دوپہر سے پہلے نظر نہ آتا۔ تو آج پہلی ہونی چاہئے۔ مگر صحیح مذہب میں اس کا کچھ لحاظ نہ ہوگا اور آج تیس ہی ٹھہرے گی۔

رؤیتہ بالنہار للیلۃ الآتیۃ مطلقا علی المذہب ذکرہ الحدادی (ای سواء روی قبل الزوال اوبعدہ علی المذہب الذی ھو قول ابی حنیفۃ ومحمد[1] (ملخصا)

دن کو دیکھا جانے والا چاند مذہب صحیح کے مطابق ہر حال میں آئندہ رات کا شمار ہوگا۔ اسے حدادی نے ذکر کیا مذہب صحیح جو امام اعظم اور امام محمد کا مذہب ہے کے مطابق خواہ زوال سے پہلے دکھائی دے یا زوال کے بعد) (شامی)

(ش) اوجب الحدیث ای قولہ علیہ الصلوۃ والسلام صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ، فوجب سبق الرؤیۃ علی الصوم والفطر والمفہوم المتبادر منہ الرؤیۃ عند عشیۃ اٰخر کل شھر عند الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم بخلاف ماقبل الزوال من الثلثین والمختار

یہ اس حدیث نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید کرو، تو اس سے چاند کی رؤیت کا روزے اور عید سے پہلے ہونا ضروری ہے، اس سے متبادر یہی مفہوم ہوتا ہے کہ چاند کی رؤیت جو ہر ماہ کی آخری شام کی ہو، مراد ہے۔ یہی صحابہ، تابعین اور ان کے بعد آنے والے اہلِ علم نے کہا ہے بخلاف تیسویں دن کے ماقبل الزوال دکھائی دینے کے، اور مختار امام اعظم

---

[1] ردالمحتار کتاب الصوم مصطفی البابی مصر ۲/۱۰۳

قولهما[1] (فت) (فتح القدیر) وکذا صرح باختیارہ فی ع وخز (خزانۃ المفتین) و ص (خلاصۃ) وق (قاضی خان) و مر و بز (بزازیۃ) وجو (جواھر الاخلاطی) و مج (مجمع الانھر) و ب (بحرالرائق) والاختیار وجامع المضمرات والعنایۃ والغیاثیۃ و التتارخانیۃ والتجنیس وغیرھا۔

اور امام محمد کا قول یہی ہے (فتح القدیر) اس کے مختار ہونے پر ع، خزانۃ المفتین، خلاصہ، قاضی خاں، مر، بزازیہ، جواہر الاخلاطی، مجمع الانہر، بحرالرائق، اختیار، جامع المضمرات، عنایہ، غیاثیہ، تتارخانیہ اور تجنیس وغیرہ میں تصریح ہے۔ (ت)

(ح) ۴/۹ عہ دوپہر سے پہلے کی قید اس لئے لگائی کہ اگر بعد زوال نظر آیا تو عامہ کتب پر کسی کے نزدیک گزشتہ رات کا نہ ٹھہرے گا کہ تیس کا چاند بھی اکثر دن سے نظر آجاتا ہے مگر دوپہر ڈھلنے کے بعد،

ھکذا فی عامۃ الکتب کالبدائع والایضاح والمنظومۃ والخانیۃ و ظم و ش والبزازیۃ والعتابیۃ والذخیرۃ والتتارخانیۃ و جامع الرموز وجواھر الاخلاطی والاختیار والبحر والتبیین والمجتبٰی والقنیۃ و مجمع البحرین وشرحہ لابن ملك وشرح الکنز لملامسکین وغیرھا ووقع فی المجمع الانھر تبعالما فی الفتح من التحفۃ انہ عند ابی یوسف اذارؤی قبل الزوال اوبعدہ الٰی وقت العصر فللماضیۃ وبعدہ للمستقبلۃ[2]

عام کتب میں اسی طرح ہے مثلاً بدائع، ایضاح، منظومہ، خانیہ، ظم، شامی، بزازیہ، عتابیہ، ذخیرہ، تتارخانیہ، جامع الرموز، جواہر الاخلاطی، اختیار، بحر، تبیین، قنیہ، مجمع البحرین اور اس کی شرح لابن ملک، اور شرح کنز لملا مسکین وغیرہ اور مجمع الانہر میں فتح کی اتباع میں اور وہاں تحفہ سے ہے کہ امام ابویوسف کا قول یہ ہے کہ جب چاند زوال سے پہلے یا اس کے بعد عصر تک دکھائی دے تو وہ گزشتہ رات کا ہوتا ہے اور اگر اس کے بعد نظر آئے تو وہ آئندہ رات کا ہوگا۔ (ت)

(م) **قمرہ ۲۰** کے بڑے ہونے کا کچھ خیال نہ چاہئے۔

---

[1] فتح القدیر	کتاب الصوم	نوریہ رضویہ سکھر	۲/۲۴۳
بحرالرائق	"	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۲/۲۶۳
[2] مجمع الانہر	"	داراحیاء التراث العربی بیروت	۱/۲۳۷
فتح القدیر	"	نوریہ رضویہ سکھر	۲/۲۴۳

(ش) ۵/۲۰ بہت لوگ چاند کو بڑا دیکھ کر کہنے لگتے ہیں کہ کل کا ہے یا آج ۲۹ نہ تھی ۳۰ تھی کہ ۲۹ کا چاند اتنا بڑا نہیں ہوتا، یہ اُن کی خام خیالی ہے، شرعی معاملے تو اوپر ہو چکے کہ وہاں قیاسی باتوں کا دخل نہیں اور بطور علم ہیأت ہی چلئے تو ان شاء اللہ تعالٰی فقیر ثابت کر سکتا ہے کہ ۲۹ کا چاند بعض ۳۰ کے چاندوں سے بڑا ہونا ممکن۔

اقول اور سب سے بڑھ کر دافع اوہام یہ ہے کہ طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اقتراب الساعۃ انتفاخ الاھلۃ[1] — قرب قیامت کا ایک اثر یہ ہے کہ ہلال بڑے نظر آئیں گے۔

اور معجم اوسط میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

مِن اقتراب الساعۃ ان یری الھلال قبلا فیقال ھو للیلتین[2] الحدیث۔ — قربِ قیامت کی ایک علامت یہ ہے کہ ہلال سامنے ہی نظر پڑے گا دیکھنے والا کہے گا کہ دو رات کا ہے۔

صحیح مسلم شریف میں ابو البختری سے مروی ہے کہ ہم عمرے کو نکلے بطنِ نخلہ میں ہلال دیکھا کسی نے کہا تین رات کا ہے، کسی نے کہا دو رات کا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے حال عرض کیا، فرمایا: تم نے کس رات دیکھا؟ ہم نے کہا فلاں رات۔ کہا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالٰی مدہ عــہ للرؤیۃ فھو للیلۃ رأیتموہ[3]۔ — اللہ تعالٰی نے اُسے رؤیت پر موقوف فرمایا ہے تو جس رات تم نے دیکھا اُسی رات کا ہے۔

(ح) ۵/۲۰ عــہ ای جعل وقت الصوم ممتدا الی زمان رؤیۃ الھلال ۱۲۔ — اللہ تعالٰی نے وقتِ صوم کو رؤیت چاند کے زمانہ تک طویل (ممتد) کیا ہے ۱۲ (ت)

عــہ وقع ھھنا فی القول المنشور للفاضل اللکنوی لرؤیۃ رأیتموہ وھو تصحیف ۱۲ — اور القول المنشور میں فاضل لکھنوی نے "لرؤیۃ رأیتموہ" تحریر کیا ہے یہ تصحیف ہے ۱۲ (ت)

(م) **قمر ۶** نہ اس ۲۱ کے اونچے ہونے پر نظر **قمر ۷** نہ اس کے دیر تک ٹھہرنے پر التفات۔

(ش) ۶/۲۱ بہت لوگ چاند اونچا دیکھ کر بھی ایسی ہی اٹکلیں دوڑاتے ہیں، بعض کہتے ہیں اگر ۲۹ کا ہوتا تو اتنا

---

[1] کنز العمال بحوالہ معجم الکبیر حدیث ۳۸۴۶۹ مکتبۃ التراث الاسلامی مصر ۲۲۰/۱۴

[2] " " معجم الاوسط " ۳۸۴۷۰ " " "

[3] صحیح مسلم کتاب الصیام قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۴۸/۱

نہ ٹھہرتا۔ یہ سب بھی ویسے ہی اوہام ہیں جن پر شرع میں التفات نہیں، خصوصاً یہ باتیں تو از روئے ہیأت بھی کلیہ نہیں ہوسکتیں، میں ان شاء اللہ تعالٰی ثابت کرسکتا ہوں کہ کبھی ۲۹ کا ۳۰ کے بعض ہلالوں سے اونچا اور دیر پا ہونا متصور۔

(ح) $\frac{6}{21}$ عہ اونچا ہونا اور دیر تک رہنا غالباً زیادتِ فصل سے ہوتا ہے اور یہ ہم اوپر واضح کرچکے کہ کبھی ۲۹ کا بہ نسبت ۳۰ والے کے سورج سے دُور تر ہوتا ہے تو غالباً اتنا ہی اُونچا بھی ہوگا اور اتنا ہی دیر میں ڈوبے گا۔ علاوہ ازیں دقائق ہیأت پر نظر کیجئے تو باوجود استوائے فصل ایک حالت میں بلند تر و دیر پا تر ہونا ممکن و ذلک یبتنی علی مقدمات طویلۃ لو تکلمنا علیہا لخرجنا عما نحن بصددہ۔ (اور یہ طویل مقدمات پر مبنی ہے اگر ہم ان پر گفتگو شروع کردیں تو زیرِ نظر موضوع سے کہیں دُور نکل جائیں گے۔ ت)

(م) قمر۸ آج کا ہلال ۲۲ شفق سے پہلے ڈوبتا ہے کل کا بعد کو، یہ بھی معتبر نہیں۔

(ش) $\frac{8}{22}$ شفق سے مراد شفقِ احمر ہے یعنی وُہ سُرخی جو غروبِ آفتاب کے بعد جانبِ مغرب رہتی ہے۔ عادت یُوں ہے کہ جو ہلال اسی شب ہُوا وہ اس سُرخی کے غائب ہونے سے پہلے ڈوب جاتا ہے، اور جو کل ظاہر ہُوا تھا اس کے بعد غروب کرتا ہے۔ پھر یہ بھی تجربہ کی بات ہے، صحیح مذہب میں اس پر اعتماد نہیں۔

فی مختارات النوازل وقیل ان غاب بعد الشفق فھو للماضیۃ وان غاب قبل الشفق فھو للمستقبلۃ[1] اھ وھکذا ذکرہ مضعفا مقابلا للمذھب الصحیح المختار اعنی کونہ للمستقبلۃ مطلقا فی مج وفت و ق وبز وغیرھا من اسفار کثیرۃ۔

مختارات النوازل میں ہے بعض نے کہا کہ اگر شفق کے بعد چاند غروب ہوگیا تو وُہ گزشتہ رات کا ہوگا اور اگر شفق سے پہلے غروب ہوگیا تو وُہ آئندہ رات کا ہوگا اھ یُونہی یہ ضعیف قول مذہب صحیح اور مختار کے مقابل ذکر کیا ہے، اور مذہب صحیح یہ ہے کہ وہ چاند ہر حال میں آئندہ رات کا ہوگا، مج، فتح القدیر، قنیہ، بزازیہ اور دیگر کتبِ معتمدہ میں یُونہی ہے (ت)

(م) قمر۹ تیسری رات ۲۳ عشاء سے پہلے چاند نہیں ڈوبتا، یہ بھی قابلِ لحاظ نہیں۔

(ش) $\frac{9}{23}$ عادت اکثری یُوں ہے کہ تیسری شب کا چاند غروب نہیں کرتا جب تک عشاء کا وقت نہ آجائے۔ حدیث شریف میں نمازِ عشاء کی نسبت ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یصلیھا لسقوط القمر

حضور سیدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ نماز اس وقت پڑھا کرتے جس وقت تیسری رات کا

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علٰی ہامش فتاوٰی ہندیہ کتاب الصوم نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۹۶

ثالثۃ[1] ۔ رواہ ابوداؤد عن النعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

چاند ڈوبتا ہے (اسے ابوداؤد نے نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ت)

پر معاملہ ہلال میں شرعاً اس پر بھی التفات نہیں، مثلاً گواہی گزری کہ آج چاند ہوا کل جمعہ کی یکم رمضان ہے اب شنبہ کے بعد جو شب یکشنبہ آئی کہ اس شہادت کی رُو سے تیسری شب تھی، اس میں دیکھا تو چاند مغرب ہی کے وقت عشاء کا وقت آنے سے پہلے ڈوب گیا جس کے سبب گمان ہوتا ہے کہ آج شب دوم ہے اس کا کچھ خیال نہ کریں گے اور تیسری ہی رات قرار دیں گے۔

تنبیہ : اقول وباللہ التوفیق بے شک اس شہادت پر عمل میں معاذ اللہ حدیث کی کچھ مخالفت نہیں، بلکہ عین حکم حدیث پر چلنا ہے۔ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقت عشاء دیکھ کر نماز شروع فرماتے، وہ اس اکثری امر کے سبب غالباً اس وقت سے موافق پڑتی، یا یُوں سہی کہ زمانہ اقدس میں ہمیشہ ہی مطابق آئی، اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ حضور نے ایک وقت بھی اس غروبِ قمر پر وقتِ نماز کی بنا رکھی ہو نہ کہ اُسے ابدی غیر ممکن التخلف جانتے نہ کہ اس کے سبب امر صوم میں شہادتِ شرعیہ جسے شرع نے مثلِ رویت عین قرار دیا ردّ کی جائے۔

سئل فیما غاب الھلال باللیلۃ الثالثۃ قبل دخول وقت العشاء ھل یعمل بالشھادۃ ام لا، اجاب المعمول بہ ماشھدت البینۃ لان الشھادۃ نزلھا الشارع منزلۃ الیقین ولیس فی العمل بالبینۃ مخالفۃ لصلٰوتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2] اھ عن فتاوی العلامۃ الشھاب الرملی الکبیر الشافعی ملخصا وھذا واضح جداً وللہ الحمد ۱۲۔

سوال کیا گیا کہ جب تیسری رات کا چاند دخولِ وقتِ عشا سے پہلے غائب ہوجائے تو کیا شہادت پر عمل کیا جائے گا یا نہیں؟ تو جواب یہ دیا کہ اس پر عمل کیا جائیگا جس پر گواہی ہُوئی کیونکہ گواہی کو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یقین کا مقام قرار دیا ہے اور گواہوں پر عمل کرنا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مخالف نہیں یہ شامی نے علامہ شہاب رملی الکبیر الشافعی کے فتاوٰی سے ملخصاً نقل کیا ہے اور یہ نہایت ہی واضح ہے، حمد اللہ ہی کے لئے ہے ۱۲ (ت)

(ح ۹/۲۳) عہ اقول وبتقریرنا ھذا

اقول بحمد اللہ ہماری اس تقریر سے واضح

---

[1] سنن ابی داؤد | کتاب الصلوٰۃ | آفتاب عالم پریس لاہور | ۱/ ۶۰

[2] ردالمحتار | کتاب الصوم | مصطفی البابی مصر | ۲/ ۱۰۰

ظهر بحمد الله انه لاحاجة الی ما تجشمه الفاضل عبد الحی اللکنوی فی "القول المنشور" مجیبا عن هذا الاشکال انه لیس فی الحدیث ما یدل علی الدوام فقد یکون هکذا اولا تغتر بقوله "کان" فانه لا یدل علی الاستمرار کما بسطه النووی فی شرح صحیح مسلم فی ابواب النوافل فتشکر انتهی فقد علمت ان لا اشکال بالحدیث اصلا ولو کان "کان" للدوام دواما علی ان هذه المسئلة کثیرة الخلاف وقد عقدنا لبیانها رسالتنا "التاج المکلل فی انارة مدلول کان یفعل" فبناء التقصی علی امر مختلف فیه مع عدم الحاجة الیه مما لامعول علیه ۱۲

ہوگیا کہ اس تکلف کی ضرورت نہیں جو فاضل عبدالحی لکھنوی نے القول المنشور میں اس اشکال کے جواب میں کہا کہ حدیث میں کوئی ایسی شئی نہیں جو دوام پر دال ہو، ہاں کبھی ایسا ہوجاتا تھا اور لفظ "کان" سے بھی ضابطہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ یہ دوام و استمرار پر دال نہیں ہوتا جیسا کہ شرح صحیح مسلم کے ابواب النوافل میں امام نووی نے اس پر تفصیلاً گفتگو کی ہے، پس اللہ کا شکر ادا کرو انتہی یقیناً آپ نے جان لیا کہ حدیث کے ساتھ یہاں کوئی اشکال ہی نہیں اگرچہ کان ہمیشہ دوام پر دال ہو، علاوہ ازیں اس مسئلہ میں بہت زیادہ اختلاف ہے، ہم نے اس کےلیے ایک رسالہ لکھا جس کا نام "التاج المکلل فی انارۃ مدلول کان یفعل" رکھا ہے، لہذا چھٹکارے کے لئے ایسے معاملہ پر بنیاد رکھنا جو مختلف فیہ ہو اور ضرورت بھی نہ ہو قابلِ اعتماد نہیں ہے ۱۲ (ت)

(م) قمر ۱۰ چودھویں کا سورج ڈوبنے سے پہلے نکلتا ہے قمر ۱۱ پندرھویں کا بیٹھ کر، یہ دونوں بھی نامعتبر ہیں

(ش) ۱۰-۱۱/۲۴ حاکم شرع یا عالم دین نے شہادت شرعیہ لے کر شعبان کا مہینہ ۲۹ کا ٹھہرایا اور کل بروز جمعہ رمضان کا حکم دیا، اب اس حساب سے شب جمعہ ۱۵ کو چاند غروب سے پہلے نکلا، تو بہت جاہل اعتراض کرینگے کہ وہ حکم غلط تھا بلکہ ۳۰ کا چاند ہوا، اور ہفتہ کی پہلی، جب تو آج چاند بیٹھ کر نہ چمکا، یا حاکم و عالم نے گواہی ناکافی سمجھ کر شعبان کی گنتی ۳۰ پوری کی، شنبہ سے یکم رمضان رکھی، شب جمعہ میں چاند بیٹھ کر نکلا جاہل لوگ کہیں گے کیوں صاحب! ہفتہ کی پہلی سے تو آج شب بدر ہوتی ہے یہ چاند بیٹھ کر کیوں نکلا، ضرور جمعہ کی پہلی تھی اور آج پندرھویں، یہ اور اس قسم کے سب خیالات محض مہمل و بیہودہ ہیں جن پر اصلاً مدار احکام نہیں، نہ حاکم و عالم پر شرع یہ لازم فرمائے کہ عند اللہ جو بات نفس الامر میں ہے اس پر مطلع ہوجائیں کہ یہ تکلیف مالایطاق ہے، بلکہ شرع ان پر یہی فرض کرتی ہے کہ دلیل شرعی سے جو بات ثابت ہو اس پر عمل کرو۔ عام ازیں کہ عند اللہ کچھ ہو خود حضور اقدس عالم ماکان و مایکون صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

انکم تختصمون الی ولعل بعضکم ان

تم میرے حضور اپنے مقدمات پیش کرتے ہو اور شاید

يكون الحن بحجته من بعض فاقضي بنحو مما اسمع فمن قضيت له من حق اخيه شيئا فلا ياخذه فانما اقطع له قطعة من نار[1] رواه احمد والستة عن ام المومنين ام سلمة رضی الله تعالٰی عنها۔

تم ہر ایک دوسرے سے زیادہ اپنی حجت بیان کرنے میں تیز زبان ہو تو میں جو سنوں اس پر حکم فرما دوں پس جس کے لیے میں اُس کے بھائی کے حق سے کچھ حکم کروں وُہ اسے نہ لے کہ یہ تو ایک آگ کا ٹکڑا ہے اس کے لیے قطع کرتا ہوں (اسے امام احمد و ائمہ ستّہ نے ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔ت)

علاوہ بریں چاند کا چودھویں کو غروبِ شمس سے پہلے نکلنا اگرچہ اکثری ہے، اور اسی لئے اسے بدر کہتے ہیں، مگر بحساب مینات بھی اس کا خلاف ممکن، کما لا یخفی علٰی من یعلمہ (جیسا کہ اہلِ علم پر مخفی نہیں۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

(م) قمر ۱۲ غلط ہے کہ ہمیشہ رجب ۲۵ کی چوتھی رمضان کی پہلی ہو۔

(ش) $\frac{12}{25}$ عوام میں مشہور ہے کہ سال میں جس دن رجب کی چوتھی اسی دن آکر رمضان کی پہلی پڑے گی۔ یہ بات محض بے اصل ہے، اس کا شرعی نہ ہونا تو خود ظاہر، تجربہ بھی خلاف پر شاہد۔ بعض دفعہ رجب کی تیسری اور رمضان کی پہلی مطابق ہُوئی ہے۔

ماهو الرابع من رجب لايلزم ان يكون غرة رمضان بل قد يتفق[2] (بز)

رجب کی چوتھی کا رمضان کی پہلی ہونا لازم نہیں بلکہ بعض دفعہ اتفاقًا ایسا ہوجاتا ہے (بزازیہ)۔(ت)

(م) قمر ۱۳ رمضان کی پہلی ۲۶ ذی الحجہ کی دسویں ہونا بھی ضروری نہیں۔

(ش) $\frac{13}{26}$ کہیں مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بعض آثار میں آگیا کہ تمھارے روزہ کا دن وہی تمھاری قربانی کا دن ہے، یہ اُس سال کا ایک واقعی بیان تھا، نہ کہ ہمیشہ کے لیے حکم شرعی ہو۔ بارہا یکم رمضان و دہم ذی الحجہ مختلف پڑتی ہیں، مثلاً یکم رمضان جمعہ کی ہو اور رمضان شوال ذیقعدہ تینوں مہینے ۲۹ کے تو عید اضحٰی چہارشنبہ کی ہوگی اور دو ۲۹ کے تو پنجشنبہ کی، اور تینوں تیس ۳۰ کے تو شنبہ کی۔ ہاں دو تیس کے اور ایک ۲۹ کا، تو بے شک جمعہ کی پڑے گی۔ پھر یونہی ہونا کیا ضرور ہے!

---

[1] صحیح بخاری باب موعظۃ الامام للخصوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۰۶۲

[2] فتاوٰی بزازیۃ علی ہامش فتاوٰی ہندیۃ کتاب الصوم نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۹۶

شهر رمضان اذاجاء یوم الخمیس و یوم عرفة جاء یوم الخمیس ایضاکان ذلك یوم عرفة لایوم الاضحٰی حتّٰی لا تجوز التضحیة فی هذا الیوم ومایروی ان یوم نحرکم یوم صومکم کان وقع ذلك العام بعینه دون الابدلان من اوّل یوم رمضان الی غرة ذی الحجة ثلثة اشهر ولایوافق یوم النحر یوم الصوم الا ان یتم شهران من الثلاثة وینقص الواحد فاذا تمت الشهور الثلثة تأخرعنه واذا نقصت الشهور الثلاثة او شهران تقدم علیه فلایصح الاعتماد علٰی هذا[1] اھ عن الفتاوی الکبرٰی۔

جب رمضان المبارک جمعرات کو آیا اور یوم عرفہ بھی جمعرات ہی کو آیا تو اب یہ یوم عرفہ تو ہوسکتا ہے یوم اضحٰی نہیں ہوسکتا حتی کہ اس دن قربانی جائز نہ ہوگی، اور جو یہ مروی ہے کہ تمھارا یوم نحر تمھارے روزہ کا دن ہے یہ ایک معیّن سال میں اتفاق ہُوا تھا، نہ کہ دائمی ضابطہ ہے، کیونکہ رمضان کے پہلے دن سے لے کر ذوالحجہ کی ابتداء تک تین ماہ ہیں تو یوم نحر یوم صوم کے موافق تب ہی ہوگا جب ان تین ماہ میں سے دو کامل اور ایک ناقص ہو، تو جب تینوں کامل واقع ہُوئے تو یوم نحر اس سے مؤخر ہوجائے گا، اور اگر تینوں یا دو ناقص واقع ہُوئے تو یوم نحر اس پر مقدم ہوگا لہذا اس پر اعتماد صحیح نہیں۔ یہ فتاوی الکبرٰی کے حوالے سے خزانۃ میں ہے (ت)

(م) **قمر ۱۳** اکثری سمجھی کہ اگلے رمضان کی ۵ پانچویں اس رمضان کی پہلی ہوتی ہے، پر شرع میں اس پر اعتماد نہیں۔

(**ش**) $\frac{14}{27}$ سیدنا امام جعفر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول ہے کہ:

خامس رمضان الماضی اوّل رمضان الاٰتی[2]

گزشتہ رمضان کی پانچویں آئندہ رمضان کی پہلی ہے۔ (ت)

بعض علماء نے کہا اس کا پچاس برس تک تجربہ ہُوا، ٹھیک اُترا۔ بعض معاصرین نے لکھا ۱۲ برس سے میں بھی تجربہ کرتا اور درست پاتا ہُوں۔

اقول مگر فقیر نے ۱۲۹۰ھ سے اب تک کے ۹ رمضانوں میں خیال کیا چند ہی سال میں صاف فرق پڑگیا۔ پانچ برس تک تو حساب ٹھیک تھا اور اس قاعدے کے مطابق رمضان ۱۳۰۱ھ کی پنجم روز یکشنبہ

---

[1] خزانۃ المفتین کتاب الصوم قلمی نسخہ ۱/ ۶۰

[2] الاستبصار کتاب الصوم دارالکتب الاسلامیہ تہران ۲/ ۷۶ ، من لایحضرہ الفقیہ دارالکتب الاسلامیہ تہران ۲/ ۷۸

آ ئی، مگر ۱۳۰۲ھ بحساب تقویم یکم اسی دن مظنون تھی، مگر فقیر ۲۹ شعبان روز پنجشنبہ کو دیہات میں تھا کشادہ جنگل، صاف مطلع، ابر، غبار، دُخان کسی علت کا نام نہ نشان ۔ میں اور میرے ساتھ اور مسلمان ہر چند غور کرتے رہے رؤیت نہ ہُوئی، شب جمعہ کی خبر بھی نہ آئی، شنبہ کی عید قرار پائی۔ اب ۱۳۰۲ھ کا حساب تقویم اگر غلط بھی مانئے کہ مطلع صاف نہ تھا اور بحکم ہیأت یکم یکشنبہ بھی ممکن تھی، تو تصحیح قاعدہ کو اسی دن یکم رکھئے تو یکم پنجشنبہ کی ٹھہرے گی۔ ۱۳۰۳ھ میں یکم بھی جمعرات کو ہونی چاہئے حالانکہ وُہ بشہادت عین بھی غلط اور بحکم ہیأت بھی ناممکن ۔ لاجرم ماننا پڑے گا کہ ۱۳۰۳ھ میں ٹوٹ گیا۔ بااینہمہ اگر دائمہ بھی ہو تو صرف ایک تجربہ ہے، نہ حکم شرعی جس پر احکام شرعیہ کی بناء ہوسکے۔

(م) **قمر ۱۵** برابر چار مہینے سے زیادہ ۲۹ کے نہیں ہوتے، پر اس پر بھی مدار نہیں۔

(ش) $\frac{15}{29}$ امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

قد یقع النقص متوالیا شہرین او ثلثۃ	دو یا تین ماہ مسلسل انتیس کے ہوسکتے ہیں، چار
ولا یقع اکثر من اربعۃ اشھر[1]	ماہ سے زائد ناقص نہیں ہوسکتے۔(ت)

اسی طرح شرح صحیح مسلم میں ہے: لکن مصدرا بلفظۃ قالوا[2] (لیکن اسے لفظ "قالوا" سے تعبیر کیا ہے۔ت)

پھر بھی یہ اسی قبیل سے تجربہ ہے، یا حساب جس پر شرع میں اعتماد نہیں۔ مثلاً ربیع الآخر سے رجب تک چار مہینے ۲۹ کے ہوتے آئے، اب شعبان کی ۲۹ کو شہادت رؤیت گزری، بلاشُبہ مقبول ہوگی، اور یہ خیال نہ کریں گے کہ ۵ برابر ۲۹ کے ہوئے جاتے ہیں۔

(م) **قمر ۱۶** ان امور میں خط کا اعتبار جس طرح عوام میں رائج محض مردود ہے اگر مہر شدہ ہو اور کاتب ثقہ اور خط معروف۔

(ش) $\frac{16}{29}$ جاہل لوگوں بلکہ بعض اُن مدعیان علم میں بھی جو بزعم خود فقیہ العصر وحید الدہر ہوں، اعتماد خط کا عجیب جوش ہے۔ اپنے کسی معتمد کا خط آگیا اور شہادت شرعی میں کچھ باقی نہ رہا، گویا خط کاہے کو ہے۔ خاص فلک قمر سے ان پر تفسیر جلالین نازل ہُوئی۔ پھر کورے جُہّال کا تو کہنا ہی کیا ہے، وہاں خط سے گزر کر تاریخ خط سے استناد ہوتا ہے، حالانکہ علماء فرماتے ہیں خط پر اعتماد نہیں، نہ اس پر عمل ہو کہ خط خط کے

---

[1] ارشاد الساری شرح صحیح بخاری کتاب الصوم دارالکتاب العربی بیروت ۳/ ۳۵۷

[2] شرح نووی علی صحیح مسلم 〃 قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۴۷

مشابہ ہوتا ہے اور مُہر مُہر کے مثل ہو سکتی ہے۔

المقرر عند علماء الحنفیة انه لا اعتبار بمجرد الخط والالتفات الیه[1] (خیریه) الخط لا یعتمد علیه ولا یعمل به[2]۔ لیس الموجود فیه سوی خط فی ورق لیس من حجج الشرع فی شیئ[3]۔ مجرد الخط علامة لا تبنی علیها الاحکام[4]۔ صرح علماؤنا بعدم الاعتماد علی الخط وعدم العمل به[5] ملخصا العبرة لما تقوم البینة الشرعیة علیه لا لما یوجد من الخطوط والکواغذ[6]۔ انما هو کاغذ به خط وهو لا یعتمد علیه ولا یعمل به کما صرح به کثیر من علمائنا[7]۔ مجرد خط لا یعتمد علیه ولا یعمل له شرعا[8]۔ لیس الورق والخط من حجج الشرع[9]۔

علمائے احناف کے ہاں یہ مسلّم ہے کہ محض خط قابلِ توجہ نہیں، خیریہ۔ خط پر نہ تو اعتماد کیا جاتا ہے نہ ہی عمل، خیریہ۔ اس میں ایک ورق پر خط کے علاوہ کچھ نہیں جو کوئی شرعی دلیل نہیں، خیریہ۔ محض خط علامت ہے اس پر احکام کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی خیریہ۔ ہمارے علماء نے تصریح کی ہے کہ خط پر اعتماد اور عمل نہیں کیا جاسکتا خیریہ ملخصاً۔ اعتبار اس کا ہے جس پر شرعی گواہی ہو نہ کہ خطوط اور کاغذ موجود ہونے پر، خیریہ۔ کیونکہ وہ کاغذ ہی ہے جس پر تحریر ہے اور اس پر نہ اعتماد کیا جاسکتا ہے اور نہ عمل، جیسا کہ ہمارے اکثر علمائے نے تصریح کی ہے خیریہ۔ شرعی طور پر خط پر نہ اعتماد کیا جاسکتا ہے نہ عمل خیریہ۔ کاغذ اور خط دلائلِ شرعی سے نہیں خیریہ۔

۱؎ فتاوٰی خیریہ	کتاب الادب القاضی	دار المعرفۃ بیروت	۲/۱۲
۲؎ "	باب خلل المحاضر والسجلات	"	۲/۱۹
۳؎ "	"	"	۲/۲۴
۴؎ "	کتاب الوقف	"	۱/۱۱۹
۵؎ "	"	"	۱/۱۱۸
۶؎ "	"	"	۱/۲۰۰
۷؎ "	"	"	۱/۲۰۳
۸؎ "	"	"	۱/۲۰۹
۹؎ "	کتاب البیوع	"	۱/۲۲۸

من کتاب البیوع لایعتمد علی الخط ولایعمل به ولاشك ان الخط اعم من ان یکون بالقلم او بالطابع الذی هو الختم[1] ملخصًا۔

کتاب البیوع میں ہے کہ خط پر نہ اعتماد کیا جاسکتا ہے نہ عمل، اور اس میں شک نہیں کہ خط سے مراد عام ہے خواہ وہ قلم سے تحریر کیا ہُوا ہو یا اس پر مُہر مطبوع ہو خیریہ ملخصًا (ت)

ان کے سوا بے اعتباریٔ خط میں پندرہ کتابوں کی عبارتیں فقیر نے فتوٰی تار مندرجہ رسالہ ازکی الاہلال میں ذکر کیں وباللہ التوفیق۔

تنبیہ: خط بعض صُورتوں میں مقبول ہوتا ہے، کتاب القاضی الی القاضی یعنی حاکم شرع کو خط لکھے وبشرائط کثیر حجت ملزمہ ہے

(ح) $\frac{}{29}$ عـہ الثلثۃ من کتاب الدعوی کالاخیرۃ ۱۲ آخری کی طرح یہ تینوں بھی کتاب الدعوٰی سے ہیں ۱۲ (ت)

$\frac{16}{29}$ عـہ الٰی ھٰھنا من الوقف (یہاں تک یہ حوالہ جات کتاب الوقف سے ہیں۔ ت)

(م) قمر ۱۷ تار محض ۳۰ مہمل اور ناقابلِ التفات اگرچہ متعدد شہروں سے وارد ہو۔

(ش) $\frac{17}{30}$ فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے اس بارے میں ایک مفصل فتوٰی لکھا اور علمائے بدایوں ورام پور و حیدرآباد ودہلی نے مہریں کیں، وہ فتوٰی آخر رسالہ ازکی الاہلال میں مذکور ہُوا، اور ہم ان شاء اللہ بحث استفاضہ میں یہ بھی ظاہر کریں گے کہ تار جیسا ایک جگہ کا ویسا ہی دس بیس مقام کا، سب نامعتبر ہیں، یعنی اگر کسی شہر میں متعدد تار مختلف امصار سے آئیں تو ان کی بھی کچھ وقعت نہ ہوگی کہ کثرتِ تار کو شرعی تواتر واشتہار سے اصلًا علاقہ نہیں۔

(م) قمر ۱۸ ۳۱ بازاری افواہ اصلًا کوئی چیز نہیں۔

(ش) $\frac{18}{31}$ اکثر دیکھا گیا ہے کہ خبر رؤیت کا شہر میں شہرہ اور عام عوام کی زبان پر چاند چاند کا چرچا ہوگیا، پھر تحقیق کیجئے تو کچھ اصل نہ تھی۔ اسے افواہ کہتے ہیں۔ شرع جس تواتر وشہرت کو قبول فرماتی ہے وہ اور چیز ہے۔

(م) قمر ۱۹ ۳۲ مجرد حکایت محض نامسموع۔

(ش) $\frac{19}{32}$ گواہوں کا مجرد بیان کہ فلاں شہر میں چاند ہُوا، یا فلاں فلاں نے چاند دیکھا، یا فلاں روز سے روزہ رکھا۔ مجرد حکایت ہے جس پر اصلًا التفات نہیں، بلکہ یا تو اپنے معائنہ کی شہادت ہو، یا

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الدعوٰۃ دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۵۱

شہادت پر شہادت۔ یا قضاء پر شہادت، یا شرعی شہرت۔ یہ مسئلہ بہت ضروری الحفظ ہے۔ یہ صرف عوام بلکہ آج کل کے بہت مدعیانِ علم، بلکہ بعض ذی علم بھی ناواقف پائے،

واللہ الهادی هذه الجماعة لو لیشهدوا بالرؤیة ولا علیٰ شهادة غیرهم وانما حکوا بالرؤیة غیرهم فلا یلتفت الیٰ قولهم[۱] خز، وقد نص علی المسئلة فی د ط طم ش فتع ب وغیرها کما ذکرنا بعض نصوصها فی ازکی الاهلال۔

اور اللہ ہی ہدایت عطا فرمانے والا ہے، اس جماعت نے چاند دیکھنے کی گواہی نہیں دی اور نہ ہی دُوسروں کی گواہی پر گواہی دی ہے انھوں نے صرف دُوسروں کی رؤیت کی حکایت کی ہے لہٰذا ان کا قول قابلِ توجہ نہیں ہوگا، خزانہ۔ اور اس مسئلہ پر در، طحاوی، طم، ش، فتح القدیر، ع، ب وغیرہ نے تصریح کی ہے۔ جیسا کہ ان میں سے بعض تصریحات کو ہم نے ازکی الاہلال میں ذکر کردیا ہے (ت)

(م) قمر ۲۰ ۳۳ یقینِ عرفی کچھ بکار آمد نہیں۔ وصلی اللہ علیٰ خیر خلقه سیدنا محمد و اٰله وصحبه اجمعین والحمد للہ رب العالمین۔

(ش) ۲۰/۳۴ اقول یہ ایک نفیس مسئلہ ہے جس پر فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہٗ نے تنبیہ کی، یقین دو۲ طرح کا ہوتا ہے: ایک شرعی کہ طریقہ شرع سے حاصل ہو۔ دوسرا عرفی کہ باوجود عدم طریقہ شرعی صرف اپنے مقبولات و مسلّمات یا تجربیات و مشہورات اور قرائن خارجیہ کے لحاظ سے اطمینان حاصل ہو جاتے۔ ناواقف لوگ مدرک عرفی و شرعی میں تفرقہ نہ جان کر اسے کافی ووافی و دلیل شرعی گمان کرتے ہیں حالانکہ یہ صریح خطا ہے، مثلاً جہاں شرع مطہر نے شہادت میں عدد شرط کیا دو۲ مرد یا ایک مرد دو عورتیں ہوں، وہاں ہمارے اعظم کسی معتمد اجل مستند نے جسے افضل اولیاء، عالم جانیں، اور وُہ واقع میں بھی غوث زمانہ ہی ہو۔ شہادت دی کہ میرے سامنے ایسا ہُوا اور میں نے بچشم خود دیکھا، ہمیں جو اعتبار اس کے فرمانے پر آئے گا ہرگز دو چار دس بیس کی بات پر بھی اس سے زیادہ نہ ہوگا مگر شرع دوسرا گواہ اور مانگے گی، اور معاملۂ زنا میں تین۔ تو اگر ایسے ہی تین گواہی دیں جب بھی نامسموع کہ قرآن کریم نے اربعۃ شہداء[۲] فرمایا، اگرچہ اس میں شک نہیں کہ سامع مطلع کو ان کے ارشاد میں اصلاً محلِ شک نہ ہوگا۔ اسی طرح ہزاروں نظیریں اس مسئلہ کی ہوں گی اور

---

[۱] ردالمحتار کتاب الصوم مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۰۲
فتح القدیر کتاب الصوم نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۲۴۳

[۲] القرآن ۴/ ۲۴

پھر قرائن بے چارے کس گنتی شمار میں ہیں۔ ذی علم کو بارہا واقع ہوتا ہے کہ بہت امور خارجہ کے لحاظ سے چاند ہونے میں اطمینان کامل رکھتا ہے، مگر جب تک ثبوتِ شرعی نہ ہو ہرگز حکمِ رؤیت نہیں کرتا۔ یُوں ہی جب ثبوت میزانِ شرع پر ٹھیک اُترے گا مجبورًا حکمِ رؤیت کرے گا، اگرچہ بنظرِ امورِ دیگر کسی طرح ہلال کا ہونا دل پر نہ جمے، ایسی ہی جگہ عالم وجاہل کا فرق کھلتا ہے، جب قرائن اس کے خلاف ظاہر ہوتے ہیں جہال حکمِ عالم پر اعتراض کرنے لگتے ہیں، حالانکہ وُہ جانتا ہے کہ جو میں نے کیا وہی رائے صائب تھی اور مجھ پر بہرحال مدارک شرعی کی پابندی واجب اس امر کی طرف کچھ اشارہ زیریا زدہم بھی گزرا، اور ان یقینوں کی زیادہ توضیح رسالہ ازکی الاھلال میں مذکور ہوئی، و باللہ التوفیق وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔

فائدہ: صحیح حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

شھران لاینقصان شھرا عید رمضان و ذوالحجّۃ۔ رواہ الامام احمد والستۃ عن ابن ابی بکرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

عید کے دونوں مہینے ناقص نہیں ہوتے یعنی رمضان اور ذی الحجہ۔ (اسے امام احمد اور ائمہ ستہ نے حضرت ابن ابی بکرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

بعض علماء نے اس کے یہ معنی لیے ہیں کہ یہ دونوں مہینے ایک سال میں ۲۹ کے نہیں ہوتے۔ صحیح بخاری میں ہے:

قال محمد لایجتمعان کلاھما ناقص[2]

محمد بن سیرین کہتے یہ دو مہینے جمع نہیں ہوتے اس حال میں کہ دونوں ناقص (یعنی ۲۹ کے) ہوں۔ (ت)

امام سراج[ف] نے فرمایا:

لاینقصان جمیعا فی سنۃ واحدۃ[3] (ایک سال میں عید کے دو ماہ جمع نہیں ہوتے کہ دونوں ہی ناقص ہوں۔ ت)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا:

ان نقص رمضان تم ذوالحجۃ وان نقص ذوالحجۃ تم رمضان[4]

رمضان ۲۹ کا ہوگا تو ذوالحجہ ۳۰ کا، اور ذوالحجہ ۲۹ کا ہوگا رمضان ۳۰ کا۔ (ت)

---

[1] مسند احمد بن حنبل مروی عن عبدالرحمٰن ابن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ دارالمعرفۃ بیروت ۵/ ۳۸
صحیح البخاری کتاب الصوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۶

[2] " " " " ""

[3] فتح الباری شرح صحیح بخاری " دارالمعرفۃ بیروت ۴/ ۱۰۷

[4] صحیح البخاری " قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۶

ف: فتح الباری میں امام سراج کی بجائے امام بزار سے یہ عبارت منقول ہے۔

اور اس معنی کی مؤید وُہ حدیث ہے جو بطریق زید بن عقبہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہ شھرا عید لایکونان ثمانیة وخمسین یوما عید کے دونوں مہینے ۵۸ دن کے نہیں ہوتے۔

بااین ہمہ محققین کے نزدیک اس سے اکثری اغلبی حکم مراد ہے، نہ کہ دائمی ابدی۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: قد وجدنا ھما ینقصان فی اعوام ہم نے برسوں دیکھا کہ یہ دونوں مہینے سال میں ۲۹ کے ہوئے۔ **اقول** معہذا حدیث اوّل کے تو عمدہ معانی علماء نے بیان فرمائے، اور تحقیق روشن یہی ہے کہ اس کا ثواب نہیں گھٹتا اگرچہ گنتی میں پُورے ہوں، اور حدیث دوم کی صحت معلوم نہیں، اگر صحیح ہو تو بعض رواۃ سے اپنی فہم کی بناء پر نقل بالمعنی محتمل، واللہ تعالٰی اعلم، بالجملہ غرض یہ ہے کہ ایسے تجربیات کا دائمی ہونا ضرور نہیں، اور دائمی ہوں بھی تو احکام شرع کا اُن پر مدار نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم، واللہ الھادی و صلی اللہ تعالٰی علی سید المرسلین محمد و اٰلہ وصحبہ اجمعین ۞

۱؎ فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب الصوم دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۱۰۷

۲؎ شرح معانی الآثار کتاب الصیام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۸۱